محمد یونس جنجوعہ

مساواتِ مرد و زن!

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ

مرد اور عورت اولادِ آدم کی دو اصناف ہیں۔ ہر صنف کی اپنی اہمیت ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہیں۔ تاہم شکل و شباہت، حقوق و فرائض اور دائرۂ عمل میں دونوں کے درمیان فرق واضح ہے۔ عورت کو حسن ظاہری میں مرد سے زیادہ حصہ ملا ہے، نیز اس کی صوتی آہنگ میں نرمی اور ملائمت عیاں ہے۔ جبکہ مرد کو نسبتاً توانا، جفاکش اور متحمل بنایا گیا ہے۔ الغرض عورت کی چال ڈھال، گفتگو اور اندازِ نشست و برخاست سے نسوانیت ٹپکتی ہے جبکہ مرد کی حرکات و سکنات اور کیفیات سے رجولیت مترشح ہوتی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی انفرادی خصوصیات ان کے اپنے اپنے دائرۂ کار کے لئے انتہائی مفید اور ضروری ہیں۔

جس طرح کسی بھی دو چیزوں میں مساوات کا حکم لگانا آسان کام نہیں اسی طرح مرد و زن کے درمیان محض مساوات کا لفظ لگادینا کافی نہیں بلکہ دونوں کے حقوق و فرائض اور دائرۂ کار کا تعین بھی ضروری ہے جس میں مساوات کا پہلو بھی سامنے آجائے گا۔ مرد و عورت انسان ہونے اور مخصوص حقوق رکھنے کے ناطے تو بہرحال مساوی ہیں مگر یہ مساوات تو اپنی نوعیت میں اس قدر سادہ ہے کہ بہت سی مختلف چیزوں میں موجود ہے۔ مثلاً چرندے، پرندے اور درندے بھی رب کی مخلوق اور جاندار ہونے میں انسان کے مساوی ہیں۔ اگرچہ دائرۂ کار ہر کسی کا الگ الگ ہے اور جب دائرۂ کار کو زیرِ بحث لایا جائے گا تو مجموعی اعتبار سے انسان کی دوسرے جانداروں پر فضیلت سامنے آئے گی۔ لیکن ایک صنف کی دوسری اصناف پر فضیلت دوسری اصناف کی مخصوص اہمیت کو چنداں متاثر نہیں کرتی۔ اسی طرح جب مرد و عورت کے دائرۂ کار، عملی زندگی میں حقوق و فرائض اور وظیفہ ہائے زندگی کو زیرِ بحث لایا جائے گا تو مجموعی طور پر مرد کی عورت پر فضیلت ثابت ہوگی مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ صنف نازک کو غیر اہم قرار دے دیا جائے۔

ماحول پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں پولیس کے اہلکار' فوجی جوان' کالج کے اساتذہ' انتظامیہ کے افسران' محکمہ ڈاک اور ٹیلی فون کے ملازمین نظر آئیں گے۔ ان میں اس اعتبار سے تو مساوات ہے کہ یہ سب حکومت کے کارندے ہیں مگر فرائض کی نوعیت اور اختیارات کی کمی بیشی ان کے درمیان مساوات کا حکم لگانے میں سراسر مانع ہے' اگرچہ اہمیت ہر گروہ کی مسلمہ ہے۔

مرد کی اپنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے چند مخصوص فرائض کی انجام دہی کیلئے بنایا ہے اور اس کی تخلیق میں طاقت اور شجاعت جیسی صلاحیتیں رکھی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ دفاعِ وطن یا عزت و ناموس کی خاطر ہمیشہ مردوں نے ہی اپنی جان جوکھوں میں ڈالی اور میدانِ کارزار میں متصادم ہوئے۔ اسی طرح جسمانی مشقت کے کام ہمیشہ سے مرد ہی کرتے چلے آئے ہیں' مگر عورت کی اپنی اہمیت ہے کہ امورِ خانہ داری میں حسنِ ترتیب اور سلیقے کے ساتھ نہ صرف وہ مرد کو عظیم الشان کاموں کیلئے تیار کرتی ہے بلکہ نئی نسل کے ذکور و اناث کی صلاحیتیں اسی کی گود میں نشوونما پاتی ہیں۔

اسلام منظم اجتماعی زندگی میں یقین رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق چند افراد مل کر سفر کریں تو انہیں اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کرلینا چاہئے۔ پس خاندان کے نظام کو منظم رکھنے کیلئے صاحبِ خانہ مرد کو سربراہی سونپی گئی ہے[1] اور مرد و زن دونوں کو یہ فیصلہ خوش دلی کے ساتھ قبول کرنا چاہئے کہ یہ رب العالمین کی مشیت ہے۔ ہم یہاں قرآن و حدیث کی روشنی میں مرد و زن کی امتیازی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں جس سے اندازہ ہوسکے گا کہ مرد و زن میں مساوات کس درجہ کی ہے۔

۱۔ قرآن پاک میں اوامر و نواہی کے مخاطب عام طور پر مرد ہی ہیں جبکہ تبعًا وہی احکام عورتوں کیلئے بھی ہیں۔ ایسا نہیں ہوا کہ مخاطب عورتیں ہوں اور تبعًا مرد بھی ان میں شامل ہوں[2]

۱۔ "مرد عورتوں پر قوام (حکمران و نگران) ہیں اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔" (النساء: ۳۴)

۲۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بنو" (البقرہ: ۱۸۳) اور اس طرح کی بے شمار آیات۔

۲۔ قرآن پاک میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت دی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر۲۲۸ میں ہے:"عورتوں کیلئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ (فضیلت) حاصل ہے۔"

۳۔ نکاح مرد و عورت کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس میں بااختیار فریق مرد کو بنایا گیا ہے۔ نکاح کی ڈور بلااستثناء (exclusively) مرد کے ہاتھ میں ہے یعنی مرد کو یہ قانونی اختیار ہے کہ وہ جس وقت چاہے عورت کو طلاق دیکر الگ کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر عورت اپنے خاوند سے علیحدگی چاہے تو اس کو عدالت میں اپنی مظلومیت ثابت کرنا ہوگی[۳]

۴۔ اسلامی قانونِ شہادت میں دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر سمجھا گیا ہے۔[۴]

۵۔ اسلامی قانونِ وراثت میں لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملتا ہے۔[۵]

۶۔ عورتوں کا گھروں میں بیٹھنا اور چار دیواری کے اندر کے امور انجام دینا پسندیدہ ہے جبکہ مرد کو روزی کی تلاش میں بیرونِ خانہ کی سرگرمیوں کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔[۶]

۷۔ عورت کی نماز مسجد کی نسبت گھر میں پڑھنا پسندیدہ اور افضل ہے اور برآمدے کی نسبت کمرے کے اندر پڑھنا بہتر ہے جبکہ مرد کیلئے لازم ہے کہ وہ مسجد میں جاکر پنجگانہ نماز ادا کرے۔[۷]

۳۔ البقرہ: ۲۳۲

۴۔ "........اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے" (البقرہ: ۲۸۲)

۵۔ "تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے" (النساء)

۶۔ "اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔" (الاحزاب: ۳۳)

۷۔ "عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھے اور اس کا اپنے اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا بیرونی کمرہ میں پڑھنے سے بہتر ہے" (ابو داؤد عن ابن مسعودؓ)

۸ ۔ مرد کو منتظم خانہ ہونے کے ناطے اپنی عورت کو تادیبی سزا دینے کی اجازت ہے جبکہ عورت اپنے مرد کی اصلاح کیلئے اسے جسمانی سزا نہیں دے سکتی۔ قرآن شریف میں ہے: "اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ' خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو۔" (النساء: ۳۴)

۹ ۔ عورت کا نان و نفقہ اور رہائش کی سہولت مرد کی ذمہ داری ہے۔ عورت پر یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ افراد خانہ کے قیام و طعام کا بندوبست کرے۔ (النساء: ۳۴)

۱۰ ۔ میدان جنگ میں جہاد و قتال مردوں کی ذمہ داری ہے اور عورتیں اس سے کلیتہً مستثنیٰ ہیں۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ عورتیں جسمانی کمزوری کے سبب جنگ و جدال' نیزہ اور تیر و تفنگ اٹھانے کے قابل نہیں۔

۱۱ ۔ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں میں رکھی ہے' کسی عورت کو یہ منصب نہیں عطا ہوا۔ اس حقیقت پر تاریخِ انسانیت شاہد ہے۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ تسلیم کہ انبیاء و رسل نے عورتوں کے ہاں ہی جنم لیا۔

۱۲ ۔ نماز باجماعت میں امامت صرف مرد ہی کی ذمہ داری ہے۔ عورت نماز باجماعت میں آگے کھڑی ہو کر امامت نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر عورتیں ہی عورتیں مل کر نماز پڑھ رہی ہوں تو اگلی صف کے درمیان کھڑی عورت ان کی امامت کر سکتی ہے' مگر وہ بھی صف سے آگے نکل کر اکیلی کھڑی نہیں ہو گی۔[۸]

۱۳ ۔ نماز جمعہ اور عیدین چونکہ گھر سے باہر نکل کر ادا کرنا ہوتی ہیں اس لئے عورتوں پر فرض نہیں۔ صرف مردوں پر فرض ہیں۔[۹]

۱۴ ۔ مردوں کیلئے صرف ستر کے احکام ہیں جبکہ عورتوں کیلئے ستر کے علاوہ حجاب (پردہ) کے احکام بھی ہیں۔ وہ مردوں کی طرح بلاتکلف گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔[۱۰]

۱۵ ۔ شادی شدہ عورت کو قرآن میں محصنہ کہا گیا ہے یعنی جو کسی مرد کے زیرِ

۸۔ سنن ابوداؤد' دار قطنی' بیہقی ۹۔ سنن ابوداؤد' عن طارق بن شہاب

۱۰۔ الاحزاب: ۵۹

حفاظت آچکی ہو۔ گویا مرد عورت کو حفاظت (Protection) دینے والا ہے۔[۱۱]

۱۶ ۔ ایک مرد ایک ہی وقت میں چار عورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے جبکہ ایک عورت کو اجازت نہیں کہ وہ بیک وقت کئی مردوں سے نکاح کرسکے۔[۱۲]

۱۷ ۔ حج ارکانِ اسلام میں سے ہے۔ مرد کو استطاعت ہو تو جب چاہے سفرِ حج اختیار کرسکتا ہے۔ مگر عورت استطاعت کے باوجود حج کا سفر اختیار نہیں کرسکتی جب تک کوئی محرم مرد اس کے ساتھ جانے والا نہ ہو۔[۱۳]

۱۸ ۔ مرد جب چاہے نفلی روزہ رکھ لے۔ مگر شادی شدہ عورت اپنے موجود شوہر کی اجازت سے ہی نفلی روزہ رکھ سکتی ہے۔[۱۴]

۱۹ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ کے سوا کسی کو سجدہ روا نہیں۔ اگر خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو کہتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔[۱۵]"

۲۰ ۔ جس عورت کو طلاق ہوجائے یا اس کا شوہر فوت ہوجائے تو وہ عدت کی مدت گزار کر ہی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، مگر کسی مرد کی بیوی فوت ہوجائے یا وہ اسے طلاق دے دے تو وہ بلاانتظار کسی دوسری عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔[۱۶]

۲۱ ۔ نماز جنازہ صرف مردوں پر فرض ہے، عورتوں پر نہیں۔ یہ بھی اس لئے کہ عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا پسندیدہ نہیں۔[۱۷]

مذکورہ بالا شواہد سے مرد اور عورت کے دائرہ ہائے کار اور حقوق و فرائض کا تعین چنداں مشکل نہیں رہا۔ رہا یہ سوال کہ جدید دور ہے اور اس کے جدید تقاضے ہیں، اس میں آبادی کے نصف حصے کو گھر کی چار دیواری میں پابند رکھنا مناسب نہیں جبکہ عورت

۱۱۔ النساء: ۲۴ ۱۲۔ النساء: ۳

۱۳۔ ترمذی۔ سنن ابوداؤد عن ابی ہریرہؓ ۱۴۔ شرح التنویر جلد اول صفحہ ۱۹۶

۱۵۔ جامع ترمذی عن ابی ہریرہؓ۔ سنن ابی داؤد عن قیس بن جد۔ سنن ابن ماجہ عن عبداللہ بن ابی اوفی۔ مسند امام احمد عن انسؓ و عن عائشہؓ

۱۶۔ البقرہ: ۲۲۸، ۲۳۴ ۱۷۔ بخاری عن ام عطیہ

نے وہ تمام کام کر دکھائے ہیں جو مرد کرتا ہے تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مندرجہ بالا شواہد اسلامی تعلیمات پر مبنی ہیں جن کے اصول خود خالقِ کائنات نے وضع کئے ہیں' وہ ہر دور کے تقاضے جانتا ہے' اس لئے یہ اعتراض سرے سے غلط ہے کہ اسلامی تعلیمات جدید تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انسانی ذہن خالقِ فطرت کے وضع کردہ قوانین کو ازخود غلط سمجھ بیٹھے مگر ایسا انسان بھی راہِ گم گشتہ کی کیفیت سے نکل کر اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ خالقِ کائنات کے دیئے ہوئے قوانین ہی بہترین ہیں۔ عورت کے حقوق و فرائض کے تعین میں افراط و تفریط کا یہ نیا تجربہ نہیں بلکہ اس سے قبل یہ کئی مرتبہ آزمایا گیا ہے مگر ہر دفعہ نتائج بد سے بدتر نکلے۔ آج بھی مغرب میں مخلوط معاشرے کا رواج اور عورت پر بیرونِ خانہ کی ذمہ داریاں ڈال کر خاندانی زندگی کو تہہ و بالا کر دیا گیا ہے اور نتیجتاً یہ یورپی دانشور اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہیں اور زبانِ حال سے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مرد و عورت کے وہی حقوق و فرائض جو اسلام نے پیش کئے ہیں متوازن' معتدل اور اقرب الی الفطرت ہیں۔ مشہور فرانسیسی دانشور روسو نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "عمرانی معاہدہ" (Social.Contract) میں لکھا ہے: "یہ عورت کے رول میں ہے کہ وہ گھر میں رہے' گھر کو درست رکھے' بچوں کی نگہداشت کرے' گھر کے مردوں کو اس قسم کی تعلیم دے کہ وہ اچھے شہری بن سکیں' مگر عورت کو اس میدان میں خود کبھی دخل نہیں دینا چاہئے۔" نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر ایلیکس کیرل نے اپنی مشہور کتاب "انسان نا دریافت" میں لکھا ہے: "عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو خود اپنی فطرت کے مطابق ترقی دیں اور مردوں کی نقل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ تہذیب کی ترقی میں ان کا حصہ اس سے زیادہ ہے جتنا مردوں کا ہے۔ ان کو اپنے مخصوص عمل کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

زمانہ قدیم سے عورت کی حیثیت' مقام اور حقوق و فرائض کے تعین میں افراط و تفریط رہا۔ ہر دفعہ نتیجہ یہی نکلا کہ عورت کی سرگرمیاں گھریلو نوعیت کی ہیں' اسے مردوں کے شانہ بشانہ بیرونِ خانہ کے پرمشقت کاموں میں الجھانا ہمیشہ انتشار و فساد کا باعث ہوا۔ مشہور یونانی فلسفی ارسطو (جس کی وفات ۳۲۲ قبل مسیح میں ہوئی) نے اپنی کتاب "سیاسیات" میں لکھا ہے: "سیاست میں عورت کا کوئی رول نہیں ہے۔ اس کا ان فیصلوں

میں کوئی ہاتھ نہیں ہونا چاہئے جو خاندان سے باہر خلقِ خدا کی بہتری کیلئے کئے جاتے ہیں۔"

آج اگر چند عورتوں نے بیرونِ خانہ کے وہ کام جو مردوں کے شایانِ شان ہیں کر دکھائے ہیں تو اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں۔ عورتوں کی ایک قلیل تعداد میں غیر معمولی صلاحیتوں کا پایا جانا مستثنیات میں شمار ہوتا ہے اور مستثنیات کو عموم کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے برعکس عورتوں کی اس کارکردگی نے جو منفی اثرات پیدا کئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ مغربی معاشرے میں جہاں عورتوں کو کھلے بندوں مردوں کے ساتھ مسابقت (Compete کرنے) کے مواقع ہیں وہاں بھی جن عورتوں کی کارکردگی عمدہ قرار دی جاسکتی ہے ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ سائنس کا نوبل پرائز پانے والے ۲۷۸ افراد میں سے صرف چھ عورتیں ہیں۔ امریکہ میں سب سے بڑے سائنسی ادارے نیشنل اکیڈمی آف سائنس کے منتخب ممبران میں عورتوں کی تعداد ڈیڑھ فیصد سے زیادہ نہیں۔ اور تو اور کسی ترقی یافتہ ملک میں بھی زچگی کی ماہرین ڈاکٹر خواتین کی تعداد بھی اس ملک کی ضرورت کے مطابق نہیں بلکہ مرد ماہر ڈاکٹروں کو یہ کام بھی کرنا پڑتا ہے۔

اگر ان تمام تصریحات کے باوجود کوئی شخص اس بات پر مصر ہو کہ عورت اور مرد میں کامل مساوات اور برابر کی صلاحیتیں ہیں اور عورت کو بیرونِ خانہ کے پر مشقت کاموں میں مرد کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہئے تو یہ اس کی خود فریبی ہے یا پھر اسے ذہنی اور فکری انتشار کا عارضہ لاحق ہے۔

بقیہ: ناموں کو بگاڑنے کا غلط رواج

اپنے غیر مسلم دوست کو بے تکلفی میں "اوبندا" کہہ کر مخاطب کیا۔ سید صاحب نے انہیں ٹوکا کہ یہ کیا تہذیب ہے؟ وہ بولے کہ یہ غیر مسلم ہیں۔ فرمایا "تم تو مسلمان ہو۔"

اسلامی تہذیب کا بنیادی سبق

اسلامی اخلاق کے مکمل دستور (سورۃ الحجرات) میں ہدایت کی گئی ہے:

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ

"لوگو! ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو ایمان لانے کے بعد کسی شخص کو (پہلے) گناہ کے نام سے یاد کرنا برا ہے۔"